جنگ کے رنگ از سید ضمیر جعفری

دعا اختر
Dua Akhtar
M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Syed Zamir Jafri Apart from our renowned literature in Urdu literature, there are also great young men of the Pak army who have enlightened Urdu literature in real dimensions. Syed Zameer Jafri appears to represent Urdu literature through Pak Army. Along with the evolutionary journey of his life, he holds the fame of literature. He was a soldier at the same time, a journalist and a poet too..Many of his songs still blend into his ears Sayyid Zameer Jafri's real name is Syed Zameer Hussain Shah. Pakistan Army's young men are saving our country and giving the nation consciousness as well.

سید ضمیر جعفری ان چند افراد میں سے ہیں جو فوج کے ساتھ ساتھ ادبی حلقوں میں بھی بیک وقت یکساں معروف اور مشہور ہیں کسی سپاہی کا ادیب یا شاعر ہونا کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے کیونکہ ہر زندہ قوم کی عسکری صفوں میں ادیب موجود ہوتے ہیں بلکہ ایک لحاظ سے ان کی وجہ سے ہی ان قوم کے ادیبوں میں زندگی اور بالیدگی کی روح کا قائم رہتی ہے۔ جیسا کہ غالب کے کا مشہور شعر ہے:

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

سید ضمیر جعفری نے اپنی کتاب میں اپنی زندگی کے مختلف حالات کو قلمبند کیا ہے اور اپنی زندگی کی کچھ جھلکیاں پیش کی ہیں کہیں وہ ہمیں ایک سپاہی کی روپ میں نظر آتے ہیں تو کہیں وہ میں ایک غیر ملکی فوجی کے روپ میں جو کہ نہایت ہی دلچسپ بات ہے۔ بقول گلزار احمد بریگیڈیئر:

> ''تقسیم سے پہلے فوج کی صفوں کو آپ اجنبی سمجھتے تھے حالات نے ان کی زندگی کی جھلکیاں آپ کی نظروں سے اوجھل کر رکھی تھیں مگر آج فوج کی صفیں آپ کے ہمنوا بھائیوں سے تابناک اور تابدار ہیں اگر آج بھی آپ ان کی زندگی کو ایک راز سمجھ کر قوم وملت تک پہنچا ئیں گے تو آپ ایک عظیم کوتاہی فرض کے مجرم قرار دیے جائیں گے۔ آپ کا قلم ایک مقدس قومی

امانت ہے۔ضرورت ہے ملک کے جوان وصحت مند خون کی زندگی رنگین داستانوں کی صورت میں ملت کے سامنے پیش کی جاتی رہے۔''

(گلستان راولپنڈی، ۲۹ جولائی ۱۹۹۳ء)

''جنگ کے رنگ'' تصنیف کسی جنگ کے کتاب نہیں ہیں اور نہ ہی اسے کسی جنگ کی کتاب سمجھنا چاہیے اس کا اظہار وہ خود کرتے ہیں کہ اسے ہرگز جنگ عالمگیر کی نظر سے نہیں دیکھا جائے۔

سید ضمیر جعفری کئی جنگوں میں سپاہی کی حیثیت سے حصہ لے چکے ہیں جس کا اظہار وہ جا بجا کرتے نظر آتے ہیں۔اس لیے یہ کتاب ان کے ذاتی مشاہدات پر مشتمل ہے وہ چاہتے تھے کہ جنگ میں ہونے والے کسی ایسے واقعے پر قلم اٹھایا جائے جن پر ہمارے ادیب قلم اٹھانا عار محسوس کرتے ہیں۔

وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک چھوٹے بڑے واقعات نہایت اہمیت کے حامل ہے جن میں گہرے راز پوشیدہ ہوتے ہیں بلاشبہ جنگ ایک مصیبت کا نام ہے مگر صرف عوام کے لیے کیونکہ فوج چاہے اپنی ہو یا غیر ملکی ان کے درمیان نفرت کے جذبے کے علاوہ مسکراہٹیں، قہقہے، ایثار و قربانی، شجاعت کی دلچسپ صورتِ حال بھی پیدا ہوتی ہے اور یہ باتیں صرف ایک فوجی ہی سمجھ سکتا ہے۔

ان کا خیال ہے کہ میدان جنگ میں ہلکی پھلکی زندگی کے علاوہ فنی وعددی معلومات یا سیاسی اختلافات، تنازعات، شجاعت وقربانی کے متعلق جو حاصل ہوا وہ مواد میں نے اس تصنیف میں اکٹھا کر کہ پیش کر دیا ہے۔۔

آخر وہ کیا وجہ تھی جس کے باعث دوسری زندگی جنگ عظیم چھڑی۔اس کے متعلق بے شمار رائے قائم کی گئی ہیں جس میں سب سے بڑی وجہ ''معاہدہ ورسیلز'' تھا جس کی ذلت آمیز شرائط نے جرمن قوم کو یہ نہایت قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا اور ایسی خوفناک آگ بھڑکی کے پانچ سال تک کرہ ارضی کے بے شمار حصے اس کی لپیٹ میں رہے اور یورپ دوزخ بنا رہا۔

لیکن یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جرمنی نے جس فوج کے ساتھ پولینڈ پر حملہ کیا تھا وہ دنیا کی بہترین فوج تھی۔ اعلان جنگ کے فوراً بعد حکومت نے پہلے چند قوانین نافذ کیے جن کی رو سے ایسی تمام سرگرمیوں کو مٹا دیا گیا جو جنگ پر ناگوار گزر سکتی تھیں۔اس جنگ نے اتنی خوفناک صورت حال اختیار کر لی جس کی وجہ سے بیلجیئم نے ہتھیار ڈال دیئے۔۔۔۔فرانسیسی سپہ سالار بھی جرمن فوج کو روکنے میں ناکام رہے اور یوں ۱۹۴۰ء میں فرانس نے بھی اپنی ہتھیار ڈال دیے بار بار شکست کا سامنا کرنے کے بعد ہٹلر نے اب برطانیہ کے ہوائی طاقت پر زور ڈالا مگر برطانوی عوام نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ جو ۱۹۴۱ء میں ہٹلر نے روس پر حملہ کر دیا۔اور دونوں ممالک کے درمیان دوستی کا معاہدہ طے پا گیا۔

''ہٹلر نے جنگ کے آغاز میں کہا کہ یہ خیال غلط ہے کہ ہم انگریزوں سے سستے میں چھوٹ جائیں گے یہ حیات وموت کی کشمکش ہوگی اور غالباً طویل ہوگی پوری ہستی یا نا ہستی کا سوال ۸ کروڑ انسانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہوگا۔''

جرمن فوج اور ہٹلر کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے ''ورسیلز'' سے اقتدار تک جرمن عسکری قوت کی دوبارہ تعمیر اور فوجی شخصیتوں پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔جرمن وان سکیٹ ''جدید جرمن کا باپ'' کہا جاتا ہے وہ ان سپہ سالاروں میں سے تھا جنھوں نے

تدبیر و منصوبے میں اپنا نام قائم کیا، جرمن نے روس پر فتح حاصل کی اس کے پیچھے اسی کا ہاتھ تھا اور یہ منصوبہ بھی اسی نے بنایا تھا۔

کہا جاتا ہے جہاں سکیٹ ہے وہاں فتح ہے سکیٹ کے بعد جنرل یحییٰ کمانڈر نے اقتدار سنبھالا۔لیکن قدرت کی ستم ظریفی یہ تھی اسی دور میں ہٹلر نے بھی سیاست میں حصہ لیا اور اقتدار کی باگ ڈور سنبھال لی۔

دیوانہ وار جوش اور عظمت ہٹلر کی شخصیت کے اوصاف میں شامل تھے اس کی شخصیت کے دو نمایاں پہلو یہ تھے کہ وہ ہر وقت پر پرامید نظر آتا تھا۔اور اس کا ایمان تھا جب تک جرمن فوج ایک جوش ولولے کے ساتھ اپنے مقصد پر قربان نہیں ہو سکتی وہ تب تک ہاری ہوئی بازی نہیں جیت سکتی۔

ہٹلر کے علاوہ بھی بے شمار کمانڈر، جنرل بھی آئے جنہوں نے ملک کی باگ ڈور میں حصہ لیا جن کی شخصیت سید ضمیر جعفری کی نظروں سے نہ بچ سکی۔انھوں نے ان لوگوں کی شخصیت کا خود مطالعہ کیا لیکن جس جرنیل کو وہ سمجھ نہ پائے وہ اس انسان کو ایک عجیب و غریب مخلوق کا نام دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کا نام ونگیت تھا اس کا حال اس کی شخصیت سے بالکل میل نہیں کھاتا تھا بے ترتیب بال بڑھی ہوئی داڑھی اور اکثر دھوتی میں پھرتا رہتا تھا۔

وہ ایک انگریز تھا لیکن گدلے پانی نے اسے ایک ہندوستانی بنا دیا تھا اس کا مشغلہ خوفناک جنگلوں میں گھومتے رہنا تھا ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ ایک ایسی مخلوق تھے جو ایک پل میں یہاں اور دوسرے پر میں وہاں ان کی شخصیت پر انھوں نے ایک شعر کہا جو کچھ اس طرح ہے:

جہاں میں اہل ہمت صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

لیکن ان کے خیال میں ان کا مقصد صرف لوگوں کو یہ سبق دینا تھا کہ انسان امن کے ساتھ رہے اور آزادی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکے اسے نہ کوئی خوف ہو اور نہ ہی موت کا کوئی ڈر ہو۔

وہ نڈر سپاہی تھے جس نے مچھروں اور سانپوں سے بھرے جنگلات میں جاپانیوں کی خلاف اپنی جنگ جاری رکھی۔ جس کی روداد ابھی تک بیان نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی کی جا سکے گی۔ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بارے میں ہر پڑھا لکھا شخص جانتا تھا کہ وہ ایک تجارتی کمپنی ہے جس کا مقصد صرف تجارت کو فروغ دینا ہے لیکن ہندوستان کے لوگ عیش پرست واقع ہوئے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کمپنی نے ملکی حکومت میں عمل دخل کرنا شروع کر دیا اور ان کی ہمت اتنی بڑھی کہ وہ طاقتور ہوتے ہوتے ایک حکومت کی حیثیت اختیار کر گئی مگر انھیں اپنے لیے نوکروں کی ضرورت تھی جو ان کے لیے مقامی لوگوں سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔برطانوی فوج کا دوسرا دور سپہ سالار رابرٹ سے شروع ہوا جو مختلف صلاحیتوں کا مالک تھا۔

رابرٹ جرنیل تھا رابرٹ نے ایک فوج تشکیل دی جو مقامی لوگوں پر مشتمل تھی۔اس پر توجہ دیں اور جنگ کا آغاز ہوا تو نواب اودھ کو شکست ہوئی اور یوں انگریز حکومت گنگا جمنا تک جا پہنچی اور انھوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔

برٹش انڈین کا تیسرا دور یوں تو ہندوستان کے براہ راست تخت کے آنے سے شروع ہوتا ہے لیکن صوبائی فوجوں اور متحدہ ہندوستانی فوج اور ایک کمان میں مدغم کرنے کا مرحلہ ۱۸۸۵ء سے پہلے طے نہ ہو سکا۔

آخر کار برٹش راج ختم ہوا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک حصہ ہندوستان کو ملا اور دوسرا حصہ

پاکستان کے حصے میں آیا جس کے سپہ سالار جنرل محمد ایوب مقرر ہوئے۔

سید ضمیر جعفری نے اس کتاب میں اپنے گہرے مشاہدے سے ثابت کیا ہے کہ وہ صرف ایک عام فوجی ہی نہ تھے بلکہ خداداد صلاحیتوں سے کے مالک بھی تھے جن کا شعور بہت گہرا تھا انھوں نے یورپ سے لے کر ہندوستان تک کے ہر خاص و عام جرنیل پر گہری نگاہ رکھی۔

اس سے پہلے شاید اردو ادب ان سے نا آشنا تھا یہ اردو ادب کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔

☆......☆......☆